محمد عمار خان ناصر

غناء جاریتین کے واقعہ میں راویوں کے تصرفات

www.javedahmadghamidi.com
www.ishamidi.net

مارچ ۲۰۰۶ کے ''اشراق'' میں برادرم منظور الحسن صاحب نے ''اسلام اور موسیقی'' کے زیر عنوان اپنے مقالے میں صحیح بخاری کی ایک روایت پر گفتگو کرتے ہوئے میرا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔ یہ اقتباس میری ایک غیر مطبوعہ تحریر سے لیا گیا ہے اور اس میں ایک علمی غلطی موجود ہے جس کی وضاحت دیانتاً ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اس میں عروہ بن الزبیر کے چار شاگردوں یعنی ابوالاسود، محمد بن عبدالرحمن، زہری اور ہشام بن عروہ کا ذکر کیا گیا ہے، جبکہ درحقیقت یہ تین شاگرد ہیں، کیونکہ ابوالاسود اور محمد بن عبدالرحمن الاسدی ایک ہی شخصیت ہیں۔ بخاری کے بعض طرق میں ان کا ذکر کنیت کے ساتھ اور بعض میں نام کے ساتھ ہوا ہے جس کی وجہ سے ان کو دو الگ الگ آدمی سمجھنے کا اشتباہ پیدا ہوا۔ مزید براں زیر بحث روایت کی تنقید کے بعض دیگر پہلو بھی قابل غور ہیں جو مذکورہ اقتباس سے واضح نہیں ہوتے۔ چنانچہ یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ محولہ تحریر کا پورا اور اصلاح شدہ متن قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔

زیر بحث روایت کا متن حسب ذیل ہے:

عن عائشة قالت دخل علی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وعندی جاریتان تغنیان بغناء بعاث فاضطجع علی الفراش وحول وجهه ودخل ابوبکر فانتهرنی وقال مزمارة الشیطان عند النبی صلی اللّٰه علیه

''ام المومنین عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ اس وقت میرے پاس دو لونڈیاں جنگ بعاث کے اشعار گا رہی تھیں۔ رسول اللہ بستر پر آرام فرما ہو گئے اور آپ نے اپنا رخ پھیر لیا۔ اتنے میں ابوبکر آئے اور انھوں نے مجھے ڈانٹا اور کہا کہ کیا رسول اللہ کی موجودگی میں

وسلم فاقبل عليه رسول الله عليه السلام فقال دعهما فلما غفل غمزتهما فخرجتا. (بخاری، رقم ۸۹۷)

شیطانی آلات بجائے جا رہے ہیں؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر سے مخاطب ہو کر کہا کہ ان کو گانے دو۔ پھر جب ابوبکر کی توجہ ہٹی تو میں نے ان دونوں کو آنکھ سے اشارہ کیا اور وہ چلی گئیں۔''

روایت کے تمام طرق کو جمع کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ ام المومنین عائشہ اس واقعے کی اصل اور مرکزی راوی ہیں۔ ان سے یہ واقعہ ان کے بھتیجے عروہ بن زبیر نے نقل کیا ہے اور عروہ سے درج ذیل تین راوی اس کو روایت کرتے ہیں:

۱۔ ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن الاسدی (بخاری، رقم ۲۶۹۱)

۲۔ ابن شہاب زہری (بخاری، رقم ۹۳۴)

۳۔ ہشام بن عروہ (بخاری، رقم ۸۹۹)

ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن الاسدی ایک یتیم تھے جو عروہ بن زبیر کی کفالت میں رہے۔ ابن شہاب زہری ایک جلیل القدر محدث ہیں اور انھوں نے عروہ بن زبیر سے روایات کی ایک بڑی تعداد نقل کی ہے۔ ہشام بن عروہ، عروہ بن زبیر کے فرزند ہیں اور ان سے بھی ان کے والد کی روایات ایک بڑی تعداد میں منقول ہیں۔ ان میں سے ابوالاسود اور ابن شہاب زہری تو براہ راست عروہ کے شاگرد ہیں اور ان کے نقل کردہ متون کی سند متصل ہے، البتہ ہشام بن عروہ کا معاملہ مختلف ہے۔ انھوں نے اپنے والد سے جو روایات نقل کی ہیں، ان کے ایک بڑے حصے کو اور بالخصوص ان روایات کو جو انھوں نے مدینہ سے عراق منتقل ہونے کے بعد روایت کیں، اکابر محدثین متصل تسلیم نہیں کرتے:

قال يعقوب بن شيبة ثقة ثبت لم ينكر عليه شئ الا بعد ما صار الى العراق فانه انبسط فى الرواية عن ابيه فانكر ذلك عليه اهل بلده والذى نرى ان هشاما تسهل لاهل العراق انه كان لا يحدث عن ابيه الا بما سمعه منه فكان تسهله انه ارسل عن ابيه مما كان يسمعه من غير ابيه عن ابيه.

(تہذیب التہذیب ۱۱/۴۵)

''یعقوب بن شیبہ نے کہا ہے کہ ہشام ثقہ اور ثبت ہیں اور عراق منتقل ہونے سے پہلے ان کی کسی روایت میں کوئی خرابی نہیں پائی گئی، تاہم عراق جانے کے بعد وہ اپنے والد سے روایات نقل کرنے میں غیر محتاط ہو گئے جس کی وجہ سے ان کے اپنے شہر کے لوگوں نے ان پر اعتراض کیا۔ ہماری رائے میں ہشام اہل عراق کو تاثر یہ دیتے تھے کہ وہ اپنے والد سے صرف وہی روایات نقل کرتے ہیں جو انھوں نے ان سے سنی ہیں۔ اس میں ان کی بے احتیاطی یہ تھی کہ انھوں نے

www.javedahmadghamidi.com www.ghamidi.net

وہ روایات بھی اپنے والد کی نسبت سے نقل کر دیں جو انھوں نے ان سے براہ راست نہیں، بلکہ بالواسطہ سنی تھیں۔''

امام حاکم نے ''علوم الحدیث'' میں خود ان کا یہ اعتراف نقل کیا ہے:

لم اسمع من ابی الا هذا و الباقی لم اسمعه انما هو عن الزهری. (معرفۃ علوم الحدیث ۱/۱۰۵)

''میں نے اپنے والد سے صرف ایک روایت سنی ہے۔ باقی تمام روایات میں نے ان سے نہیں سنیں، بلکہ وہ مجھے زہری کے واسطے سے حاصل ہوئی ہیں۔''

زیر بحث روایت بھی ان سے شعبہ، حماد بن سلمہ، معمر، ابو معاویہ، عبد اللہ بن نمیر اور ابو اسامہ نے نقل کی ہے جو سب کے سب اہل عراق میں سے ہیں۔ اس وجہ سے اس روایت کی سند کو یقینی طور پر متصل قرار نہیں دیا جا سکتا، البتہ یہ بات بعید از امکان نہیں کہ ہشام بن عروہ نے یہ روایت زہری سے سنی ہو اور ان کا ذکر کیے بغیر مرسلاً اس کو نقل کر دیا ہو۔

مذکورہ تینوں راویوں کے نقل کردہ متون میں سے ابو الاسود کا نقل کردہ متن سب سے زیادہ منضبط ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان سے صرف ایک راوی عمرو بن الحارث نے اسے نقل کیا ہے اور عمرو بن الحارث سے بھی ان کے صرف ایک شاگرد عبد اللہ بن وہب اسے روایت کرتے ہیں۔ راویوں کے محدود ہونے کے باعث متن مختلف راویوں کے قیاسات اور تصرفات سے محفوظ رہا ہے۔ اس کے برعکس ابن شہاب اور ہشام بن عروہ سے ان کے متعدد شاگردوں نے اس متن کو نقل کیا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف متن کے الفاظ اور اجزا کے انتخاب و ترتیب میں راویوں کے شخصی رجحانات کا اثر نمایاں ہے، بلکہ بعض جگہوں پر راویوں کو اپنے قیاسات بھی متن میں شامل کر دینے کا موقع مل گیا ہے۔ یہاں ہم باقی تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے ابن شہاب اور ہشام کے متون میں سے صرف ایک ایک مثال پیش کریں گے۔

ابن شہاب سے روایت کرنے والے ایک راوی اسحاق بن راشد نے روایت کے متن میں اپنا ایک قیاس یوں داخل کیا ہے:

ان ابا بکر دخل علیها فی ایام التشریق وعندها جاریتان تغنیان و تضربان بالدف فسبهما و خرق دفیهما.

''ابوبکر عید الاضحیٰ کے دنوں میں عائشہ کے ہاں آئے۔ اس وقت ان کے پاس دو لونڈیاں گانا گا رہی تھیں اور دف بجا رہی تھیں۔ ابوبکر نے ان کو برا بھلا

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

کہا اور ان کے دف پھاڑ دیے۔‘‘ (صحیح ابن حبان، رقم ۵۸۶۹)

اسحاق بن راشد کے علاوہ ابن شہاب زہری سے اس روایت کو حسب ذیل رواۃ نے بھی نقل کیا ہے:

۱۔ عقیل بن خالد (بخاری، رقم ۹۳۴)

۲۔ عمرو بن الحارث (مسلم، رقم ۱۴۸۰)

۳۔ مالک بن انس (نسائی، رقم ۵۷۹)

۴۔ معمر بن راشد (نسائی، رقم ۱۵۷۵)

۵۔ عبدالرحمٰن بن عمرو اوزاعی (احمد، رقم ۲۳۴۰۰)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دف پھاڑ دینے کی بات نہ زہری کے مذکورہ شاگردوں کے طرق میں بیان ہوئی ہے اور نہ عروہ بن زبیر سے روایت کرنے والے باقی دو راویوں یعنی ابوالاسود اور ہشام کی روایتوں میں اس کا کوئی ذکر ہے۔ چنانچہ اس کے بے اصل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اس ضمن میں دوسری مثال ہشام بن عروہ کے نقل کردہ متن میں ملتی ہے۔ ان کے ایک شاگرد ابو اسامہ کے طریق میں یہ اضافہ موجود ہے کہ 'قالت ولیستا بمغنیتین'، یعنی ام المومنین نے کہا کہ یہ دونوں لونڈیاں گانے والی نہیں تھیں۔ (بخاری، رقم ۸۹۹) شارحین نے بالعموم اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں۔ (فتح الباری ۲/ ۴۴۲) البتہ ابن حزم کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دونوں اچھا گانے والیاں نہیں تھیں۔ (المحلی ۹/ ۶۲)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

ہشام بن عروہ کے طریق کی تفصیلات جمع کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ جملہ درحقیقت ان کا بیان کردہ نہیں، بلکہ ابو اسامہ کا اپنا قیاس ہے جسے انھوں نے روایت کے متن میں داخل کر دیا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ابو اسامہ کے علاوہ اس واقعے کو ہشام سے ان کے درج ذیل پانچ شاگردوں نے نقل کیا ہے:

۱۔ شعبہ بن الحجاج (بخاری، رقم ۳۶۳۸)

۲۔ حماد بن سلمہ (مسند احمد، رقم ۲۳۸۷۹)

۳۔ عبداللہ بن نمیر (المعجم الکبیر ۲۳/ ۱۸۱)

۴۔ ابو معاویہ عبداللہ بن معاویہ (مسند اسحاق بن راہویہ ۲/ ۲۷۲)

۵۔ معمر بن راشد (المعجم الکبیر ۲۳/ ۱۸۰)

ان میں سے کسی شاگرد کے طریق میں اس جملے کا کوئی وجود نہیں اور صرف ابواسامہ نے روایت میں اس جملے کا اضافہ کیا ہے۔ ابواسامہ ایک ثقہ راوی ہیں اور انھوں نے ہشام بن عروہ سے روایات کی ایک بڑی تعداد نقل کی ہے، تاہم یہ قرار دینا خلاف قیاس ہوگا کہ ہشام کے باقی پانچوں شاگرد یہ جملہ بیان کرنا بھول گئے اور صرف ابواسامہ نے اس کو یاد رکھا۔

بالفرض یہ مان لیا جائے کہ یہ جملہ خود ہشام ہی کا نقل کردہ ہے تو بھی اسے اصل متن کا حصہ قرار نہیں دیا جا سکتا، اس لیے کہ اگر ہشام کا ماخذ زہری کے علاوہ کوئی اور ہے تو واسطے کے مجہول ہونے کی بنا پر اس سند کو اتصال حاصل نہیں اور اگر انھوں نے یہ روایت زہری سے سنی ہے تو زیر بحث جملے کے اصل متن کا حصہ نہ ہونے کی بات مزید موکد ہو جاتی ہے، اس لیے کہ خود زہری کی روایت میں یہ جملہ موجود نہیں۔ ان وجوہ سے اس جملے کو ام المومنین کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

محمد وسیم اختر مفتی

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

—— ۲ ——

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ اس قدر جاں کاہ تھا کہ اسے خود برداشت کر لینا اور آپ کے بعد آپ کی دل گیر امت کو درست سمت میں لے کر چلنا ایسا کارنامہ تھا جو حضرت ابوبکر ہی سرانجام دے سکتے تھے۔ وفات کی صبح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ عائشہ سے مسجد میں تشریف لائے ،لوگوں سے کچھ باتیں کیں اور جیش اسامہ کی کامیابی کی دعا فرمائی۔ آپ کے حجرے میں واپس جانے کے بعد ابوبکر آپ کی صحت کی طرف سے مطمئن ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔ دوپہر کے وقت آپ کی وفات کی خبر آئی تو ایک شخص ابوبکر کو واپس بلا لایا۔ مسجد میں عمر تلوار لیے جوش کے عالم میں کہہ رہے تھے: ''جو کہے گا، رسول اللہ فوت ہو گئے ہیں، میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔'' ابوبکر سیدھے حجرے میں گئے، رخ مبارک سے کپڑا اٹھایا، رخسار کو بوسہ دے کر فرمایا: ''کیا ہی بابرکت تھی آپ کی زندگی اور کیا ہی بابرکت ہے آپ کی موت۔'' پھر باہر آئے اور منبر پر چڑھ کر فرمایا: ''اے لوگو، جو محمد کی پوجا کرتا تھا، جان لے، محمد تو فوت ہو چکے ہیں۔ جو اللہ کی عبادت کرتا ہے، اسے معلوم ہونا چاہیے، اللہ زندہ ہے، کبھی نہ مرے گا۔'' انھوں نے سورۂ آل عمران کی آیت تلاوت کی: 'وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابكم' (۱۴۴) ''محمد تو بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بہت رسول گزر چکے ہیں۔ تو بھلا کیا یہ مر جائیں یا مار دیے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟'' یہ آیت سن کر سب کو یوں لگا جیسے یہ ابھی اسی موقعے کے لیے نازل ہوئی ہے۔ حضرت عمر کو بھی یقین ہو گیا، ان پر اتنا شدید اثر ہوا کہ بے سدھ ہو کر گر گئے۔ ایک رقیق القلب مومن کا ضبط نفس

اس موقع پر مسلمانوں کے کام آیا، وہ انتشار سے محفوظ ہو کر حقائق کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سانحۂ انتقال ہو چکا تھا، لیکن اصحاب نبی جسد مبارک کی تدفین کے بجائے خلیفہ کے انتخاب میں مصروف تھے۔ مہاجرین وانصار کے بیچ کیوں کشمکش ہوئی اور اوس وخزرج کی باہمی چپقلش نے ابوبکر کے انتخاب میں کیا کردار ادا کیا؟ ان سوالوں کا جواب پانے کے لیے تاریخ سے مدد لینا ہوگی۔

صعل وعمالقہ یثرب کے قدیم باشندے تھے، داؤد وموسیٰ علیہما السلام کے زمانے میں اسرائیلی اور یہودی آباد ہوئے۔ عربوں میں سے بنوانیف اور بنومرید کی آمد بعد میں ہوئی۔ ارم کا سیلاب آنے کے بعد عمرو بن عامر بن حارثہ کی اولاد بکھر گئی تو اس کے دو بیٹوں اوس اور خزرج نے مدینہ میں ڈیرا ڈالا، وہ اپنی ماں کی نسبت سے بنوقیلہ کہلاتے ہیں۔ پہلے وہ یہود کے پڑوسی اور حلیف بنے پھر انھی سے ان کی جنگیں ہوئیں۔ شروع میں یہود غالب آئے، بعد میں اوس وخزرج ہی کا پلہ بھاری رہا۔ یہود پر کامیابی پانے کے بعد معمولی باتوں پر اوس وخزرج میں لڑائیوں کا آغاز ہوا حتیٰ کہ سمیر، سرارہ، بنووائل، بنومازن، حاطب، فجار اور بعاث کی جنگیں ہوئیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے بعد ان کی کشمکش ختم ہوئی اور وہ مسلمان بھائی بن گئے۔

اوس وخزرج میں بڑے دلیر سردار پیدا ہوئے، اوس کے سعد بن معاذ، عمرو بن معاذ اور سعد بن خیثمہ بدر، احد اور خندق کی جنگوں میں شہید ہو گئے۔ خزرج کے سرداروں میں سے سعد بن عبادہ، رافع بن مالک، مرداس بن مروان، ابوقتادہ بن ربعی اور مالک بن عجلان مشہور ہوئے۔ حسان بن ثابت خزرج کے اور قیس بن خطیم اوس کے شاعر تھے۔

اپنی اس تاریخی حیثیت کی بنا پر اور مشکل وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو پناہ دینے کی وجہ سے ان کے دلوں میں یہ خیال پختہ ہو چکا تھا کہ اچھے وقت کے ثمرات حاصل کرنے کے زیادہ حق دار بھی وہی ہیں۔ حنین و طائف کے معرکوں کے وقت ان کے اس دعوے کا اظہار ہوا جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کی تقسیم میں نو مسلم قریشیوں کو ترجیح دی تو انھوں نے اعتراض کیا: ''خون تو ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے اور مال مکہ والے لے گئے۔'' تب آپ نے انھیں جمع کر کے فرمایا: ''میں نے وہ مال قریش کو محض تالیف قلب کے لیے دیا تا کہ وہ اسلام پر پختہ ہو جائیں۔ تمھیں تالیف قلب کے لیے دینے کی ضرورت نہ تھی۔ اے انصار، کیا تم اس پر راضی نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم اپنے ساتھ رسول اللہ کو لے جاؤ۔'' انصار بہت شرمندہ ہوئے، اتنا روئے کہ ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور انھوں نے بہ یک زبان کہا: ''ہم رسول اللہ کی تقسیم اور بخشش پر دل وجان سے راضی ہیں۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کا احساس تفوق استحقاق خلافت کے دعوے میں بدل گیا، وہ آپ کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی سقیفۂ بنی ساعدہ میں اکٹھے ہو گئے۔ سقیفہ اس چبوترے کو کہتے ہیں جس کی چھت بھی ہو، بنی ساعدہ خزرج قبیلے کی ایک شاخ تھی، ان کی چوپال سقیفۂ بنی ساعدہ کے نام سے مشہور ہے۔ خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو جو اس وقت بیمار تھے، بلایا گیا۔ وہ بات کرتے اور ان کا بیٹا بلند آواز میں دہراتا۔ انھوں نے کہا: ''اے انصار، تمھاری تلواروں نے اسلام کی فتح کا دن قریب کیا، رسول اللہ عمر بھر تم سے راضی رہے۔ اب تم خلافت اپنے ہاتھ میں لو، کیونکہ تمھارے سوا خلافت کا کوئی مستحق نہیں۔'' قبل اس کے کہ سب سعد کی بیعت کے لیے ٹوٹ پڑتے، ایک انصاری نے کہا کہ اگر مہاجرین نے ہماری بیعت سے انکار کیا تو کیا ہو گا؟ ادھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی صحابہ آپ کی تجہیز و تکفین کی فکر میں تھے کہ انھیں انصار کے اجتماع کی خبر ملی۔ خلیفۂ رسول کا انتخاب اس قدر اہم مسئلہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین سے پہلے طے کرنا پڑا۔ ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ سقیفۂ بنی ساعدہ پہنچے۔ انصار کی گفتگو جاری تھی کہ یہ حضرات ان کے بیچ آ کر بیٹھ گئے۔ حضرت عمر کچھ کہنا چاہتے تھے کہ ابوبکر نے روک دیا اور خود تقریر شروع کی۔ انھوں نے فرمایا: ''اے لوگو، ہم مہاجرین اسلام لانے میں اول ہیں، حسب و نسب کے علاوہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کا فخر حاصل ہے۔ اللہ کا فرمان ہے: 'السابقون الاولون من المهاجرين و الانصار'۔ (توبہ ۹: ۱۰۰) ''وہ جنھوں نے سبقت کی، سب سے پہلے ایمان لائے، مہاجرین و انصار میں سے۔'' تم نے اپنی فضیلت کا جو ذکر کیا ہے، ہمیں اس سے انکار نہیں۔ اگر اوس کو خلافت دی گئی تو خزرج والے حسد کریں گے اور اگر یہ خزرج کو سونپی گئی تو اوس والے برداشت نہ کریں گے۔ عرب یہ بات کبھی نہیں مانیں گے کہ سلطنت قریش کے سوا کسی اور قبیلے کے ہاتھ میں رہے، اس لیے تم امارت ہمارے سپرد کر دو اور وزارت خود سنبھال لو۔ حباب بن منذر نے اس پیش کش سے انکار کرتے ہوئے تجویز پیش کی: ''ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے۔'' عمر نے کہا: ''ایک میان میں دو تلواریں جمع نہیں ہو سکتیں۔'' حباب کا تعلق اوس سے تھا اور سعد کا خزرج سے، اس مرحلے پر ان کی پرانی چشمک نے رنگ دکھایا۔ سعد نے کہا: تم (اوس والوں) نے دو خلافتوں کی پیش کش کر کے ابتدا ہی میں کم زوری کا مظاہرہ کر دیا۔ قبل اس کے کہ منافقین اس جھگڑے سے فائدہ اٹھاتے، ابوعبیدہ نے کہا: ''اے انصار، تم پہلے تھے جنھوں نے نصرت کی اور پناہ دی، لہٰذا اس دین کو بدلنے اور تباہ کرنے میں پہل نہ کرو۔'' ان کی بات کا اثر ہوا، خزرج کے بشیر بن سعد نے کھڑے ہو کر کہا: ''اے انصار، اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور مہاجرین سے مت جھگڑا کرو۔'' ابوبکر کو معاملہ سدھرنے کا یقین ہو گیا تو انھوں نے انصار کو اتحاد کی تلقین کی اور فرمایا: ''یہ عمر اور ابوعبیدہ بیٹھے ہیں، جس کی چاہو بیعت کر لو۔'' اس لمحے شور و شغب

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

بڑھ گیا اور سب انتخاب کے شش و پنج میں پڑ گئے، کوئی ناروا بات ہونے سے پہلے عمر نے بلند آواز میں کہا: ''ابوبکر، اپنا ہاتھ بڑھائیے۔'' ان کے ہاتھ آگے کرنے پر عمر نے فوراً بیعت کر لی، ان کے بعد ابوعبیدہ اور بشیر بن سعد نے بیعت کرنے میں جلدی کی۔ حباب بن منذر سے ضبط نہ ہوا، انھوں نے کہا: ''اے بشیر، تمھیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ تو نے اپنے چچیرے کی امارت سے حسد کیا۔'' اوس کے رئیس اسید بن خضیر نے اپنے قبیلے کی طرف رخ کیا اور کہا: ''اللہ کی قسم، اگر سعد بن عبادہ ایک بار بھی خلافت پر قابض ہو گئے تو خزرج کو تم پر ہمیشہ کے لیے فضیلت حاصل ہو جائے گی، اٹھو اور ابوبکر کی بیعت کرو۔'' چنانچہ ان کے کہنے پر اوس بھی بیعت کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کی، وہ ہجوم میں روندے جانے والے تھے کہ ان کے ساتھی ان کو اٹھا کر لے گئے۔ ابوبکر نے ان سے بیعت لینے کا ارادہ کیا تو بشیر بن سعد نے منع کر دیا۔ انھوں نے کہا: قتل و غارت کیے بغیر آپ ان سے بیعت نہیں لے سکتے، لہٰذا اس ایک شخص سے تعرض نہ کریں۔ وہ ابوبکر کے ساتھ نماز میں شامل ہوتے نہ ان کے اجتماعات میں شریک ہوتے، زندگی کے باقی ایام انھوں نے خاموشی سے تنہائی میں گزار دیے۔ جب عمر خلیفہ بنے تو سعد نے ان کی بیعت بھی نہ کی۔ پھر وہ شام چلے گئے اور حوران میں وفات پائی۔ شہر مدینہ کی حد تک انصار کا ادعاے خلافت درست ہوتا، لیکن یہ خلافت تو جزیرہ نماے عرب کو محیط ہو چکی تھی اور عجم کے دروازوں پر دستک دے رہی تھی۔ اتنی وسیع سلطنت کو صرف عمائد قریش ہی متحد رکھ سکتے تھے، چنانچہ سقیفہ کا دن گزرا کہ انصار نے خلافت کی خواہش کبھی نہ کی اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق قریش کی قیادت پر مطمئن ہو گئے۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

مولانا زاہد الراشدی

مولانا سید اسعد مدنی

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے جانشین اور جمعیت علماء ہند کے سربراہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی گزشتہ روز انتقال کر گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ گزشتہ تین ماہ سے کومہ میں تھے اور کافی عرصہ بستر علالت پر رہنے کے بعد کم وبیش ۸۰ برس کی عمر میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی برصغیر پاک وہند اور بنگلہ دیش کی ان ممتاز ترین شخصیات میں سے تھے، جنھیں برطانوی استعمار کے خلاف اس خطہ کے عوام کی تحریک حریت میں علامت کی حیثیت حاصل ہے اور جن کے تذکرہ کے بغیر جدوجہد آزادی کا کوئی باب مکمل نہیں ہوسکتا۔ وہ بیک وقت ایک بلند پایہ محدث اور بلند نسبت روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے متحرک سیاسی راہ نما اور تحریک آزادی کے عظیم مجاہد بھی تھے۔ انھیں یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ انھوں نے کم وبیش سترہ برس حرم نبوی میں، بلکہ مسجد نبوی میں قال اللہ تعالیٰ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیا اور جب انھوں نے محسوس کیا کہ ان کے استاذ محترم شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی قدس اللہ سرہ العزیز بڑھاپے میں اپنے وطن کی آزادی اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے سرگرم عمل ہیں تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ان کے قافلۂ عزیمت میں شامل ہو گئے اور ان کے ساتھ ہی مالٹا جزیرہ میں محبوس ہو گئے۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے جب متحدہ ہندوستان کے علمائے کرام کی اس وقت کی سب سے بڑی جماعت جمعیت علماء ہند کی قیادت سنبھالی تو استخلاص وطن اور حریت قومی کے لیے پرامن سیاسی جدوجہد کا آغاز ہو چکا تھا اور مسلمانوں کی سیاسی قیادت تحریک آزادی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ حضرت مدنی نے اس جرات وحوصلہ اور عزیمت واستقامت کے ساتھ تحریک آزادی میں علمائے حق کی قیادت کی کہ جمعیت علماء ہند نے حریت پسند

جماعتوں کی صف اول میں نمایاں مقام حاصل کر لیا، بلکہ ہراول دستہ کا کردار ادا کیا۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جمعیت علماء ہند نے سب سے پہلے ایک سیاسی فورم سے ۱۹۲۶ء میں ملک کی مکمل آزادی کا مطالبہ کر کے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا، جبکہ انڈین نیشنل کانگریس نے ۱۹۳۰ء میں آزادی کامل کو اپنا ہدف بنایا اور آل انڈیا مسلم لیگ کو اس مطالبہ اور مشن تک پہنچتے ہوئے مزید دس سال لگ گئے، اور جمعیت علماء ہند کا یہ اعزاز بلاشبہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور ان کے رفقا کی فراست وبصیرت اور عزیمت واستقامت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

برصغیر کی تقسیم اور قیام پاکستان کے بعد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی قیادت میں جمعیت علماء ہند نے عملی سیاست سے کنارہ کشی کر لی، تعلیمی، سماجی، اور رفاہی کاموں میں مسلمانوں کی راہ نمائی کو اپنا مشن بنا لیا اور تقسیم کے نتیجے میں بھارت میں رہ جانے والے کروڑوں مسلمانوں کو جن شدید مشکلات اور سنگین مسائل کا سامنا کرنا پڑا ان کے حل اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے حضرت مدنی اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی سربراہی میں جمعیت علماء ہند نے جو تاریخی کردار ادا کیا وہ مسلمانان ہند کی تاریخ میں ایک روشن باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی وفات کے بعد بظاہر یوں محسوس ہوتا تھا کہ بھارت میں مسلمانوں کے وقار، دینی اقدار اور ترقی کے لیے شب وروز مصروف عمل یہ محاذ شاید ٹھنڈا پڑ جائے گا اور اب اس سطح کی کوئی شخصیت سامنے نہیں آ سکے گی جو ملک گیر سطح پر مسلمانوں کے حقوق ومفادات کے تحفظ اور ان کی تعلیمی وسماجی ترقی کے لیے اس جرات واستقامت کے ساتھ سرگرم عمل ہو، مگر مولانا سید اسعد مدنی کچھ اس شان سے اس میدان میں آگے بڑھے کہ امیدوں کی ٹمٹماتی شمعیں پھر سے روشن ہونے لگیں اور دم توڑتے حوصلوں میں ایک بار پھر زندگی کے آثار دکھائی دینے لگے۔

وہ ایک متحرک سیاسی راہ نما تھے اور ہر کام وقت پر کرنے کے عادی تھے۔ سیاسی، مذہبی اور مسلکی معاملات پر ان کی نظر یکساں رہتی تھی اور کسی اہم مسئلہ میں صرف نظر سے کام لینا ان کے مزاج کے خلاف تھا۔ تقسیم ہند کے بعد بھارت میں رہنے والے مسلمانوں کو سب سے زیادہ جس مسئلہ کا سامنا تھا وہ فرقہ وارانہ فسادات کا تھا۔ کہیں بھی فرقہ وارانہ عصبیت کی چنگاری بھڑکتی تو اس علاقے میں مسلمانوں کے جان ومال خطرے میں پڑ جاتے، ایسے میں اس علاقے میں جانا، مسلمانوں کو حوصلہ دینا، ان کے امداد وبحالی کے کاموں کی نگرانی کرنا، فرقہ پرستوں کو لگام دینے کی جدوجہد کرنا اور حکام کو انصاف کے تقاضے پورے کرنے پر مجبور کرنا، سب سے مشکل کام ہوتا ہے۔ ایک زمانے میں حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کا یہ کام ہوتا تھا کہ جہاں اس قسم کے فسادات ہوتے وہ تمام خطرات کو نظر انداز کرتے ہوئے خود وہاں پہنچ جاتے اور تمام متعلقہ امور اپنی نگرانی میں طے کراتے۔ پھر یہ جگہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی نے

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

سنبھال لی اور خود کو ان کاموں کے لیے وقف کر دیا۔ بھارت کے کسی بھی حصے میں مسلمانوں پر کوئی گرفت آتی یا کوئی مسئلہ کھڑا ہوتا تو وہاں کے لوگوں کو یہ یقین ہوتا تھا کہ اور کوئی آئے یا نہ آئے ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لیے مولانا اسعد مدنی ضرور آئیں گے اور اکثر ایسا ہی ہوتا تھا۔ میں نے مختلف مواقع پر ان کو دیکھا اور ان کے ساتھ مختلف اجتماعات میں شرکت کی ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس کے موقع پر میں نے مولانا سید اسعد مدنی کو خود ان کے دیوبند کے گھر میں دیکھا ہے۔ پاکستان میں متعدد بار ان کی تشریف آوری پر ان سے زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے اور برطانیہ کے بہت سے اجتماعات میں ان کے ساتھ شرکت کی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ اپنے معمولات اور اوقات کا ان سے زیادہ پابند میں نے اور کوئی شخص نہیں دیکھا۔ میرے والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتھم کا بھی یہ معمول رہا ہے کہ وہ جب تک مصروفیات کے دائرے میں رہے اپنے معمولات اور اوقات کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ہم ان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ وہ گھڑی کی سوئیوں کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں، مگر ان کی مصروفیات کی جولاں گاہ گکھڑ اور گوجرانوالہ تک محدود رہی ہے اور سفر کا موقع کبھی کبھی آتا تھا۔ جبکہ مولانا سید اسعد مدنی کی جولاں گاہ میں بھارت، بنگلہ دیش، برطانیہ، امریکہ، جنوبی افریقہ اور پاکستان سمیت بہت سے دوسرے ممالک شامل تھے۔ اور شاید ہی کوئی سال ایسا ہوتا جب وہ ان ممالک کا دورہ نہ کرتے، اس قدر طویل اسفار میں اپنے نظام الاوقات کی پابندی کرنا اور معمولات کو بلاناغہ نباہنا مولانا اسعد مدنی کا ہی کام تھا۔

میں نے برطانیہ کے اسفار میں دیکھا ہے کہ ان کے سفر کے آغاز سے قبل ہی ان کے سفر کا سارا شیڈول طے ہو جاتا تھا۔ اور طبع ہو کر متعلقہ حضرات تک پہنچ جاتا تھا۔ پروگراموں کی گھنٹوں کے حساب سے تقسیم ہوتی ایک ایک دن میں درجنوں پروگرام ہوتے اور سارے پروگرام اپنے اپنے وقت پر نمٹ جاتے۔ اور اس معاملہ میں کسی رعایت کے قائل نہیں تھے اور ایسا ممکن نہیں ہوتا تھا کہ اگلے پروگرام کے وقت کا حرج ہو رہا ہو اور وہ کسی پروگرام میں میز بانوں کی مروت کی وجہ سے وقت کا حرج کر رہے ہوں۔ گھڑی دیکھتے ہی اپنے وقت پر اٹھ کھڑے ہوتے اور پھر انھیں کسی کام کے لیے روکنا ممکن نہیں ہوتا تھا۔ ان کے اس عمل کا میں نے کئی بار مشاہدہ کیا اور ہر بار اس حوالہ سے ان کے ساتھ عقیدت اور رشک کے جذبات میں اضافہ ہوا۔

ورلڈ اسلامک فورم کے چیئرمین مولانا محمد عیسیٰ منصوری بسا اوقات حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی بعض خصوصیات کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ ایک بار کہنے لگے کہ میں نے مولانا اسعد مدنی میں دو خوبیاں ایسی دیکھی ہیں جو کسی دوسرے دینی یا سیاسی راہ نما میں مجھے نظر نہیں آتیں ایک یہ کہ ان کی خوراک انتہائی سادہ رہی ہے اور وہ اس معاملہ میں اکثر قناعت پسند رہتے ہیں۔ میں نے کئی بار دیکھا ہے کہ دستر خوان پر مختلف قسم کے کھانے ہیں اور پر تکلف ماکولات

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

موجود ہیں، مگر مولانا اسعد مدنی اپنے سامنے پڑی ہوئی کوئی ڈش اٹھائیں گے اور وہیں سے کھانے لگیں گے، اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طرف دیکھیں گے بھی نہیں۔

مولانا منصوری کہتے ہیں کہ دوسری بات جو میں نے مولانا اسعد مدنی میں بطور خاص محسوس کی وہ ان کی مستعدی اور چابک دستی ہے وہ بروقت فیصلہ کرتے ہیں اور اس پر بروقت عمل بھی کر گزرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ بسا اوقات اکیلے کئی جماعتوں پر بھاری ثابت ہوتے ہیں۔ میں نے کئی بار دیکھا کہ کسی علاقے میں کوئی مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے دوسری جماعتیں اس کے بارے میں مشورہ کر رہی ہیں، پروگرام بنا رہی ہیں اور اپنے موقف کے منظّم اظہار کی تیاریاں کر رہی ہیں کہ اچانک مولانا اسعد مدنی وہاں پہنچ جاتے ہیں اپنے حلقے کا کوئی اجتماع یا پریس کانفرنس کر کے اپنا موقف اور پروگرام پیش کر کے آگے چل دیتے ہیں۔ اور دوسری جماعتیں دیکھتی کی دیکھتی رہ جاتی ہیں۔

مولانا سید اسعد مدنی نے جمعیت علماء ہند کی تعلیمی، سماجی، معاشرتی اور رفاہی جدوجہد میں جو نئے رنگ بھرے وہ بلاشبہ ان کے صدقات جاریہ ہیں۔ انھوں نے غریب مسلمانوں کو چھوٹے چھوٹے کاروبار اور شادی بیاہ جیسے معاملات میں ناگزیر ضروریات کے لیے بلاسود قرضے فراہم کرنے کے لیے جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام ایک فنڈ قائم کیا جس کے بعد اس طرز پر بہت سے دیگر فنڈز بھی قائم ہوئے اور ایک وسیع کارِ خیر کا آغاز ہو گیا۔ انھوں نے دینی مدارس کے تحفظ و ترقی کے ساتھ ساتھ مسلمان بچوں کو عصری تعلیم اور فنون سے آراستہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو توجہ دلائی اور بہت سے مقامات پر اس کا عملی اہتمام بھی کیا۔ انھوں نے مسلمانوں کی سماجی بہبود اور فلاح کے کئی کام شروع کیے اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی سیاسیات میں ہمیشہ کانگریس کے ساتھ رہے اور اس کی طرف سے ایوان بالا کے ممبر بھی رہے۔ وہ دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتے تھے کہ بھارت کے معروضی حالات میں کانگریس مسلمانوں کے لیے بہتر پلیٹ فارم ہے اور وہ سیاسی معاملات میں کانگریس ہی کے فورم سے ہمیشہ متحرک رہے۔ مولانا مدنی بھارت کے مسلمانوں کے لیے اپنے عظیم والد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کے جانشین تو تھے ہی، مگر میرے جیسے تاریخ کے طالب علم کے لیے وہ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کے جانشین بھی تھے۔ یہ دونوں نسبتیں ہم سے رخصت ہو گئی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ورثا و متعلقین کو ان کی حسنات کا سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق دیں اور انھیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں۔ آمین یا رب العالمین۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net